

اُردو اور پنجابی زبان کے لسانی روابط

نادیہ انجم/ڈاکٹر اصغر علی بلوچ

#### ABSTRACT:

Urdu is national language of Pakistan so it has a close relation with the other local languages of Pakistan. Punjabi is the major local language which is spoken in vast areas. Rather than other languages, Urdu has a close linguistic relation with Punjabi and it can be observed in many levels. This article is based on the critical analysis of the resemblance between Urdu and Punjabi.

ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتاب رگ وید میں سات دریاؤں کی سرزمین کا ذکر ملتا ہے۔ بعد میں یہ علاقہ پنجاب کے نام سے مشہور ہوا:  
”پنجاب کا لفظ خود ہماری یعنی ہندوپاک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ جہانگیر کے عہد ۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء میں استعمال ہوا ہے۔ اور غالباً وہی پہلا شخص ہے جو اپنی توزک میں اس لفظ کو استعمال کرتا ہے۔“ (۱)

پنجابی اسی خطے کی زبان ہے یہیں کی پیداوار ہے اور ارتقاء کی منازل بھی اسی علاقے میں طے کیں۔ یہاں پنجاب سے مراد صرف پاکستانی پنجاب نہیں بلکہ ہندوستانی پنجاب بھی ہے۔ یہ زبان اس خطہ میں سب سے زیادہ سمجھی اور بولی جاتی ہے پاکستان میں بولی جانے والی مختلف زبانوں کی بیشتر اقدار ایک جیسی ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق ہندآریائی خاندان سے ہے۔ اس لیے ان کا منبع اور مآخذ ایک ہی ہے۔ اس بات کا اندازہ ہم اس طرح کر سکتے ہیں کہ پاکستان میں بولی جانے والی ایسی زبانیں جن کے بولے جانے والے علاقے کا جغرافیائی لحاظ سے کافی فاصلہ ہے۔ ان زبانوں میں بیک وقت ایسے الفاظ ملتے ہیں جن کا مآخذ ایک ہے۔ ان تمام زبانوں نے ایک جیسے ماحول میں پرورش پائی اور تقریباً ایک جیسے ماحول میں پروان چڑھیں۔ اس لیے ان زبانوں کا آپس میں لسانی و لغوی اشتراک پایا جاتا ہے۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پنجابی اور اُردو کا تعلق بھی ایک ہی خاندان سے ہے۔ ان دونوں زبانوں کے لسانی دھانچے بھی تقریباً ایک جیسے ہیں۔ اُردو کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

”گزشتہ بارہ سو سال کے معلوم سفر کے دوران میں نہ صرف برصغیر پاک و ہند کی کم و بیش سب زبانوں کی خصوصیات کو جذب کیا ہے بلکہ بیرونی زبانوں مثلاً فارسی، عربی، ترکی، یونانی، پرتگالی اور انگریزی وغیرہ سے بھی خوب خوب استفادہ کیا ہے۔“ (۲)

وہ ماہرین لسانیات جنہوں نے برصغیر پاک و ہند کی زبانوں پر تحقیق کی ہے ان کا کہنا ہے کہ گیارہویں صدی عیسوی جدید ہند آریائی زبانوں کے ابھرنے کا زمانہ ہے۔ اس دور میں بہت سی زبانوں نے اپنے مخصوص دائروں سے نکل کر دوسری زبانوں کے اثرات سے نئی شکل اختیار کی۔ یہی دور

اُردو کی پیدائش کا بھی دور ہے۔ اس دور میں یہاں مسلمانوں کی حکومت تھی جنہوں نے اس کی خوف او بھگت کی اور اسے مزید نکھرنے میں کافی مدد دی۔ اُردو، عربی اور فارسی سے مدد لے کر پروان چڑھی اور اس میں سنسکرت کے الفاظ نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔ سنسکرت کی مداخلت کی بدولت اُردو دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہندی اور اُردو۔ بظاہر یہ دونوں زبانیں ایک جیسی ہیں لیکن ہندی پر سنسکرت کے اثرات زیادہ گہرے ہیں اور ان دونوں کا اصل فرق رسم الخط کا ہے۔ اُردو عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے جبکہ ہندی دیوناگری رسم الخط میں یعنی دونوں زبانوں کا ادبی روپ مختلف ہے۔

اُردو زبان کا یہ روپ انگریزوں کے یہاں آنے کے بعد استوار ہوا۔ ہندوستان کی تقسیم کے بعد ہندی ہندوستان کی اور اُردو پاکستان کی قومی زبان بنی۔ اُردو کے آغاز کے بارے میں ہندوستان کے بیشتر خطوں کے لکھنے والوں کا یہ دعویٰ رہا ہے کہ اُردو نے ان کی سرزمین سے جنم لیا ہے کسی نے اُردو کا مولا سندھ کو کہا تو کسی نے پنجاب سے اس کا خمیر اٹھایا۔ کسی نے دکن میں اس کا ہیولہ تیار کیا تو کسی نے گجرات کو اس کی جنم بھومی قرار دیا۔ کسی نے اسے اکبر بادشاہ اور شاہجہان کے دربار اور لشکر میں اس کی پیدائش کا کھوج لگایا تو کسی نے برج بھاشا سے اس کو نکالا یہ اور اس طرح کے کئی نظریے پاکستان کے مختلف علاقوں میں اُردو کی مقبولیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

۱۹۰۳ء میں پنجاب سے بھی اسی حوالے سے کام کا آغاز ہوا کہ اُردو نے پنجاب کی زرخیز سرزمین سے جنم لیا ہے۔ اس دور میں یہ دعویٰ درست معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اسی لیے اہل زبان نے اس کی سخت مخالفت کی مگر محققین نے پرانے مخطوطات کو سامنے لاتے ہوئے اپنے اس دعوے کی تائید میں کئی ثبوت پیش کر دیئے۔ ۱۹۲۸ء میں حافظ محمود شیرانی نے ”پنجاب میں اُردو“ لکھی اور پنجاب کو اُردو کی جنم بھومی ثابت کرنے کے لیے دلائل مہیا کئے۔ وہ لکھتے ہیں:

”غزنویوں کے قبضے میں تمام پنجاب، سندھ اور ملتان تھا۔ ہانسی، سرسیتی اور میرٹھ تک ان کے قبضے میں تھے بلکہ یوں کہیے دہلی کے قریب تک پھیلے ہوئے تھے۔ اتنے بڑے علاقے کے مالی و ملکی انتظام کے لیے عمال کو اس ملک کی زبان سیکھنی ضروری تھی۔ چونکہ لاہور ہند کا دارالسلطنت تھا۔ اس لیے ظاہر ہے کہ اس خطے کی زبان کو اس عہد کی حکومت اوپر مسلمانوں نے ترجیح دی ہو گی۔ یہ خیال کرنا کہ جب تک مسلمان پنجاب میں آباد رہے۔ انہوں نے کسی ہندی زبان سے سروکار نہ رکھا اور جب دہلی گئے تب برج بھاشا اختیار کی، ایک ناقابل قبول خیال ہے۔“ (۳)

حافظ محمود شیرانی اپنے اس دعوے کی تائید میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”دلچسپی کا امر یہ ہے کہ غیاث الدین پنجابیوں کے لشکر کے ساتھ دہلی میں داخل ہوتا ہے جس نے وہاں آباد ہو کر دہلی کی زبان پر بے حد اثر ڈالا ہو گا اور دہلی کے کوچہ و بازار میں ہر طرف پنجابی بولنے والے نظر آتے ہوں گے۔ جب نارمنوں کی فتح نے انگریزی زبان پر ایک نہ مٹنے والا اثر ڈالا اور ہمیشہ کے لیے اس کی رفتار کو بدل دیا تو ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دہلی پر ان پنجابیوں نے کس قدر اثر ڈالا ہو گا۔“ (۴)

حافظ محمود شیرانی کے اس نظریے کے بارے میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

”حافظ محمود شیرانی کا یہ استدلال بہت مضبوط ہے کہ شمال مغرب سے آنے والے مسلمانوں کی اولین فرودگاہ پنجاب تھا۔ ان کا قیام بھی اسی خطے میں ہوا اور پھر یہیں سے وہ فاتحانہ حیثیت میں دہلی کی طرف بڑھے۔ چنانچہ زبانوں کا طویل اختلاط اسی خطے میں عمل میں آیا اور یہیں سے اس زبان نے وسطی اور جنوبی ہند کی طرف سفر کیا۔“ (۵)

پنجاب میں اُردو زبان کا جو بیولہ تیار ہوا وہ مسلم حکمرانوں کے ساتھ دہلی اور لکھنؤ میں پہنچا۔ دہلی اور لکھنؤ دونوں ایسے علاقے ہیں جنہوں نے اُردو ادب کی ترویج اور ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ اس بارے میں ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں۔

”مسلم حکمرانوں کے عہد میں دہلی (اور کچھ عرصے کے لیے لکھنؤ) دارالحکومت رہنے کی وجہ سے یہ شہر تہذیب و تمدن اور ادب و شائستگی کا گہوارہ بنے رہے۔“ (۶)

دہلی میں اُردو ادب کے ترقی پانے اور بعد میں لکھنؤ آنے کو عبدالحمید شرر کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

”دہلی کے مشہور داستان گو لکھنؤ میں آنا شروع ہوئے۔ یہاں افینیوں نے ان کی یہاں تک قدر کی کہ داستان سننے کو اپنی صحبتوں کا ایک عنصر اعظم قرار دے دیا۔ چند ہی روز میں لکھنؤ کے اندر اس کو اس قدر فروغ ہو گیا کہ کوئی دولت مند نہ تھا جس کی سرکار میں داستان گو نہ مقرر ہو۔۔۔۔۔ اور ان کی طرزِ تقریر کا اثر عوامِ شہر کی زبانوں پر بے حد پڑ گیا۔“ (۷)

اُردو زبان کی لکھنؤ میں ترقی کے حوالے سے عبدالحمید شرر لکھتے ہیں:

”اُردو زبان کو جو ترقیاں لکھنؤ میں حاصل ہوئیں وہ شاعروں، ادیبوں، نثاروں اور مصنفوں تک محدود نہیں ہیں مختلف سوسائٹیوں اور طبقوں میں ترقی و وسعت زبان کی نئی نئی صورتیں پیدا ہوئیں۔ جنہوں نے ہر گروہ والوں کے لیے خاص دلچسپیاں پیدا کیں۔“ (۸)

دہلی اور لکھنؤ میں اُردو زبان نے ٹھیک رنگ و روپ نکالا اور ایک مضبوط زبان کے طور پر سامنے آئی۔ یہاں کے ادیبوں نے اس کی نوک پلک کو خوب سنوارا۔ ان علاقوں کی تہذیب و معاشرت کو اپنے اندر جذب کرتے ہوئے اُردو نے دوبارہ پنجاب کا رُخ کیا۔

”۱۸۵۷ء کے بعد دہلی، لکھنؤ اور دیگر علاقوں کے تباہ حال شرفاء اور تعلیم یافتہ مگر بے کار نوجوانوں کے لیے پنجاب نے ایک طرح سے دوبئی کی صورت حال اختیار کر لی تھی کہ اس عہد کے بعض لٹے پٹے شرفاء نے لاہور میں ملازمت اور عاقبت پائی۔“ (۹)

اس طرح بہت سے ادیب لاہور میں آ کر آباد ہوئے اور یہاں اپنی تحریروں اور دوسری زبانوں سے تراجم کے ذریعے اُردو کے ذخیرہ الفاظ میں خوب اضافہ کیا۔

”حقیقت تو یہ ہے کہ دہلی اور لکھنؤ کے تہذیبی سقوط کے بعد لاہور میں جدید خیالات اور تصورات نو کے چراغ فروزاں ہوئے۔ ۱۸۶۵ء میں انجمن پنجاب کے منظوم مشاعرے اس انداز کی اولین مساعی تھے۔ ۱۹۰۱ء میں مخزن کا اجراء علامہ اقبال کی شاعری اور پھر فیض، راشد اور میراجی جیسی شخصیات، الغرض برصغیر میں تخلیقی سطح پر فکرِ نو کی ہر تحریک کا بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر پنجاب ہی سے تعلق نظر آتا ہے۔“ (۱۰)

اس طرح حافظ محمود شیرانی کی دلیل اور بھی مضبوط ہو جاتی ہے کہ پنجابی بیرونی حملہ آوروں کے ساتھ میل ملاپ کے بعد دہلی گئی اور پھر دہلی کی مقامی زبانوں کے اختلاط سے جو نئی زبان وجود میں آئی وہ اردو ہے۔ اردو اور پنجابی میں جو یک جہتی اور یک رنگی پائی جاتی ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کی تاریخ مشترک ہے۔ پہلے وہ ایک تھیں پھر جب علیحدہ ہوئیں تو ایک جیسے مراحل اور عوامل سے گزریں اور ارتقائی منازل بھی ہاتھ پکڑ کر طے کیں۔ اب علیحدہ علیحدہ زبانیں ہونے کے باوجود ان کے درمیان مضبوط تعلق پایا جاتا ہے جس کا ہم کئی سطحوں میں جائزہ لے سکتے ہیں۔

سب سے پہلا تعلق خاندانی اور نسلی تعلق ہے۔ ان کی لسانی تاریخی پر نظر ڈالیں تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مورثِ اعلیٰ ایک ہے۔ ماہرِ لسانیات کا کہنا ہے کہ یہ دونوں زبانیں ”ہند آریائی“ خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ آج سے تقریباً ساڑھے تین ہزار سال پہلے آریہ قبائل برصغیر کے مختلف علاقوں میں آ کر آباد ہوئے۔ چونکہ وہ مختلف گروہوں میں مختلف راستوں سے یہاں آ کر آباد ہوئے تھے اس لیے ان کے آپس کی زبان میں ہی کافی فرق آ گیا تھا۔ اسی اختلاط سے نئی زبانوں کا جنم ہوا۔

اردو اور پنجاب کا دوسرا اہم تعلق وطن کا ہے۔ حسب و نسب کے بعد وطن کا تعلق بھی خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ دونوں جب علیحدہ ہوئیں تو ایک ہی وطن میں وقت گزارا لیکن اس کے باوجود ایک دوسرے سے بالکل مختلف زبانوں کے طور پر ابھریں۔ حالانکہ دونوں یہیں کی زبانیں ہیں۔ یہی پیدا ہوئیں ، یہیں پروان چڑھیں اور صدیوں تک یہیں آباد رہیں۔ اسی لیے ان زبانوں میں جو مشترک لسانی خوبیاں کا ہونا کوئی حیران کن بات نہیں۔

اردو اور پنجابی کے درمیان تیسرا اہم تعلق تہذیبی ہے۔ جب مسلمان ہندوستان میں داخل ہوئے تو ان کی زبان (عربی اور فارسی) کا میل بھی یہاں کی زبانوں سے ہوا۔ اس طرح مسلم تہذیب نے اپنا اثر یہاں کی تہذیب و زبان پر بھی ڈالا۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے یہاں تسلط قائم کرنے سے انگریزی تہذیب بھی اس پر کافی زیادہ اثر انداز ہوئی۔ اس طرح اردو اور پنجابی پر ایک جیسے تہذیب اثرات مرتب ہوئے۔ ان میں سب سے پہلے اثرات عربی کے تھے پھر فارسی اور اس کے بعد انگریزی اثرات تھے۔ اس کے بعد ان دونوں زبانوں نے ایک دوسرے پر بھی اثرات مرتب کئے اور مقامی زبانوں کا اثر بھی قبول کیا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر حمید اللہ ہاشمی لکھتے ہیں:

”پنجابی اور اردو بنیادی طور پر ایک ہی کنبے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لیے ان کے لسانی سانچے بھی تقریباً ایک سے ہیں۔ پنجابی اور اردو کی صرف ونحو میں بھی مماثلتیں پائی جاتی ہیں اور ذخیرہ الفاظ بھی بہت حد تک مشترک ہیں۔“ (۱۱)

اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ ان دونوں زبانوں میں کس حد تک لسانی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

(۱) (حروف تہجی

برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کے بعد موجود پنجابی ادب نے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ مسلمان اپنے ساتھ جو زبانیں لائے تھے جن میں عربی، فارسی اور ترکی شامل ہیں۔ ان تینوں زبانوں کی آمیزش سے نئی زبان کی تخلیق کا آغاز ہوا۔ شروع میں عربی کے اصوات کو استعمال کیا جاتا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں چار حرفوں پ، چ، ژ اور گ کا اضافہ ہو گیا۔ بہت عرصے تک پنجابی کے لیے

عربی رسم الخط ہی استعمال ہوتا رہا۔ جب اُردو ادب کا آغاز ہوا تو اس رسم الخط میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں۔ پنجابی نے بھی ان تبدیلیوں سے استفادہ کیا۔ اس طرح اگر غور کریں تو اب پنجابی کا رسم الخط اور حروفِ تہی وہی ہیں جو اُردو میں مستعمل ہیں۔ پنجابی کے کچھ ماہرین نے اس سلسلے میں کافی کوشش کی کہ چند الفاظ کی تبدیلی سے ہی پنجابی اور اُردو کے حروفِ تہجی کو جدا کر دیا جائے لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔

### ۲) صوتیات

پنجابی اور اُردو میں نمایاں صوتی اشتراک موجود ہے۔ کیونکہ دونوں زبانوں میں بنیادی قرابت، مشابہت اور مماثلت پائی جاتی ہے اور ان میں سے سب سے پہلا اشتراک تلفظ کا ہے۔ پنجابی بولنے والے لوگ آسانی سے اُردو کے تلفظ ادا کر سکتے ہیں اور اسی طرح اُردو بولنے والے پنجابی کا تلفظ ادا کر سکتے ہیں لیکن دیگر زبانوں کا اُردو سے اس طرح کا اشتراک نہیں ہے مثلاً پشتو بولنے والا شخص جب اُردو سیکھتا ہے تو وہ پنجابی بھی بولنے کی کوشش کر لیتا ہے اور سمجھ بھی لیتا ہے لیکن ایک پنجابی کو اُردو آنے کے باوجود وہ پشتو کا تلفظ درست ادا نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ اُردو اور پنجابی میں صرفی و نحوی مماثلت اور مطابقت بھی پائی جاتی ہے۔ اور ان دونوں زبانوں کا ذخیرہ الفاظ بھی ملتا جلتا ہے۔ اسی لیے ان دونوں زبانوں میں یکساں خوبیاں موجود ہیں۔

اُردو اور پنجابی کے صوتیاتی مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں چونکہ ان دونوں پر ایک ہی طرح کی بیرونی زبانوں کے الفاظ شامل ہوئے ہیں۔ اس لیے ان میں ایک جیسی ہی آوازوں کا ابی اضافہ ہوا ہے۔ صرف کہیں کہیں معمولی سا فرق نظر آتا ہے چند ایسی اصوات ہیں جو صرف اہل پنجاب کے لیے ہی مخصوص ہیں۔

### ۳) ذخیرہ الفاظ

پنجابی اور اُردو کا ذخیرہ الفاظ میں بھی کافی حد تک اشتراک پایا جاتا ہے۔ اُردو اور پنجابی کا آپس میں کافی مضبوط اور گہرا ربط ہے۔ اصل میں ان دونوں زبانوں کی نسل اور ساخت ایک جیسی ہے۔ اس لیے ان کا ذخیرہ الفاظ بھی مشترک ہی محسوس ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک جیسی زبانوں اور لوگوں کے ساتھ وقت گزارا اور ایک جیسے اثرات کو قبول کیا۔ اگر ان دونوں زبانوں کے ذخیرہ الفاظ پر نظر ڈالی جائے تو اس میں ہمیں سب سے زیادہ الفاظ، عربی، فارسی، ترکی اور ہندی کے ملیں گے۔ اس کے علاوہ دیگر زبانوں مثلاً سنسکرت، پراکرت، اپ بھرنش وغیرہ کے الفاظ بھی موجود ہیں۔

### ۴) رسم الخط

ان دونوں زبانوں کا ایک اور اہم مشترک پہلو رسم الخط کا ہے۔ دونوں کے لیے ایک ہی رسم الخط استعمال کیا جاتا ہے پہلے پہل پنجابی لکھنے کے لیے عربی رسم الخط استعمال کیا جاتا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب اُردو زبان ایک علیحدہ زبان کے طور پر ابھری تو فارسی کے اثرات کے بعد اس کے رسم الخط میں تبدیلیاں آتی گئیں۔ ان تبدیلیوں کے اثرات کو پنجابی نے بھی قبول کیا اور دونوں ایک ہی رسم الخط میں لکھی جانے لگیں۔

### ۵) محاورات اور ضرب الامثال

ماہر لسانیات کا کہنا ہے کہ اگر زبانوں میں محاورات اور ضرب الامثال ایک جیسے ہوں تو ان کا لسانی رشتہ مزید گہرا ہوتا ہے۔ محاورات اور ضرب الامثال قوموں کی تاریخ اور ان کے تہذیب و تمدن پر روشنی ڈالتے ہیں۔ محاورات دراصل کسی بھی زبان کی جان ہوتے ہیں۔ اگر ہم پنجابی اور اردو کے محاورات کو دیکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا آپس میں بہت گہرا رشتہ ہے دونوں زبانوں میں ایک ہی جیسے محاورات اور ضرب الامثال استعمال ہو رہے ہیں۔

۶(گرامر

اردو اور پنجابی کی گرامر پر نظر ڈالی جائے تو یہاں بھی تمام تر مشترک خصوصیات ہی نظر آئیں گی۔ یہ اشتراک مندرجہ ذیل سطح پر دیکھا جا سکتا ہے۔

۱(مصادر

۲(تذکیر و تانیث

۳(اضافت وغیرہ

اس طرح ان میں فعل حال، ماضی اور مستقبل سے جملوں میں جو تبدیلیاں کی جاتی ہیں ایک جیسی ہیں۔ جس سے بخوبی یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی گرامر میں بہت حد تک اشتراک پایا جاتا ہے۔ اوپر کی گئی تمام بحث سے ہم اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اردو اور پنجابی کا لسانی رشتہ کافی مضبوط ہے اور ان دونوں زبانوں میں کافی حد تک لسانی اشتراک پایا جاتا ہے۔

حوالہ جات:

۱(محمدباقر، ڈاکٹر، اردوئے قدیم، دکن اور پنجاب میں، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء،

ص ۴

۲(جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو(جلد اول)، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع ہفتم،

۲۰۰۸ء، ص ۶۹۶

۳(محمود شیرانی، حافظ، پنجاب میں اردو، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء، ص ۵۰

۴(ایضاً، ص ۶۰

۵(انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، لاہور: عزیز بک ڈپو، طبع سوم ۱۹۹۸ء،

ص ۴۳

۶(سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو زبان کیا ہے، لاہور: سنگ میل پبلشرز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۲۵

۷(شرر، عبدالحمید، لکھنؤ، لاہور: پرنٹ لائن پبلشرز، ۲۰۰۰ء، ص ۱۴۲

۸(ایضاً، ص ۱۴۲

۹(سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو زبان کیا ہے، ص ۱۲۶

۱۰(ایضاً، ص ۱۲۷

(۱۱) حمید اللہ ہاشمی، ڈاکٹر، اُردو اور پنجابی لسانی و ادبی اشتراک، مضمونہ پاکستانی زبانیں  
مشترک لسانی و ادبی ورثہ، مرتب ڈاکٹر انعام الحق جاوید/عبد اللہ جان، اسلام آباد: شعبہ پاکستانی زبانیں  
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۹ء، ص ۱۹

/...../